

قرآن حکیم اور اطاعتِ رسول

قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں تشریع و قانون کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان تمام بنیادی مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہیں:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل: ۸۹)

اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر شے کی وضاحت ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْنَا الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (الانعام: ۱۱۴)

حالِ اُنہ اس نے تمہاری طرف واضح مطالب کتاب بھیجی۔

الْقُرْآنُ كِتَابٌ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۖ تَمَّ فَحُتِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمَةٍ خَيْرَةٍ (ہود: ۲۱)

ال۔ یہ کتاب وہ ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور خدائے حکیم و خیر کی طرف سے بے تفصیل بیان کر دی گئی ہیں۔

آئیے ان آیات کی رو سے دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کس درجہ ضروری ہے، اور آپ کے منصب یا فرائض کار میں کیا چیزیں داخل ہیں تاکہ ہر مسلمان صحیح خطوط پر اپنی دینی زندگی کے نقشے کو ترتیب دے سکے، قرآن حکیم کے مطالب و معانی کو سمجھ سکے اور ان کو اپنی عملی زندگی میں سمو سکے۔ قرآن حکیم نے اس سلسلے میں دو انداز اختیار کیے ہیں۔ اکثر تو اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کو بھی ضروری ٹھہرایا ہے اور کہیں صرف رسول کی اطاعت و پیروی ہی کا ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دینی نقطہ نظر سے قرآن کے پہلو بہ پہلو، اسلام اور فقہ و تعقین کا دوسرا سرچشمہ یا مصدر ثانی جس سے ایمان و عمل کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں، سنتِ رسول ہے۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُغْنِيَنَّكُمْ (ال عمران: ۳۲)

کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر نہ مانیں تو خدا بھی کا فوٹ کو دوست نہیں رکھتا۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (ال عمران: ۱۳۲)

اور خدا اہم اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جاسکے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (النساء: ۵۹)

مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف پیدا ہو تو اگر خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور رسول اور اپنے اولی الامر کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا آل بھی اچھا ہے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُكُمْ أَسْمَاءُ عَلَى
رَسُولِنَا الْبَلَّغِ الْمُبِينِ ۝ (المائدہ: ۹۲)

اور خدا کی فرمانبرداری اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔ اگر منہ پھیر دو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف پیغام کو کھول کر پہنچا دینا ہے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (الانفال: ۱)

اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا آيَاتِهِ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۝ (الانفال: ۲۰)

ایمان دارو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سن رہے ہو۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا ۝ (الانفال: ۴۶)

اور خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑنا نہ کرنا ایسا کرو گے تو برباد ہو جاؤ گے۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ
وَإِنْ لَطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ ۝ (النور: ۵۷)

کہہ دیجئے کہ خدا کی فرمانبرداری کرو اور رسول خدا کے حکم پر چلو، اگر منہ موڑو گے تو رسول پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو ان کے ذمہ ہے اور تم پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پاؤ گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف احکام خدا کا پہنچا دینا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝ (محمد: ۳۳)

مومنو! خدا کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (مجادلہ: ۱۳)

اور خدا اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنْ تُكُنْتُمْ فِي تَمَاعِلٍ رَسُولِنَا الْبَلِغُ الْمُبِينُ ۝ (التغابن: ۱۲)

اور خدا کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھیل کر پہنچا دینا ہے۔

یہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں دونوں کی اطاعت و پیروی کو یکساں طور سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے، یعنی جو اسلوب، انداز اور پیرایہ اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اختیار کیا گیا ہے، بعینہ وہی نفع اور طریق اطاعتِ رسول کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ اب ان آیات پر ایک نظر ڈالتے چلیے جن میں اطاعتِ رسول کو مستقل بالذات، اور منفرد دین کی اساس اور بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۝ (النساء: ۸۰)

جو شخص رسول کی پیروی کرے گا تو بیشک اس نے خدا کی پیروی کی۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا يَطِيعُ بِإِذْنِ اللَّهِ ۝ (النساء: ۶۴)

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (آل عمران: ۳)

لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش

ے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ خُذُوا حِذْرِي الَّذِينَ يَخَالَفُونَ عَنْ أَمْرٍ أَنْ تُصِيبَكُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (النور: ۶۳)

تو جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی آفت آپڑے یا تکلیف والا عذاب نازل ہو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي نَفْسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (النساء: ۶۵)

آپ کے پروردگار کی قسم، یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو آپ فیصلہ کو دیں

سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

یہ آیات اپنے مفہوم و معنی میں اس درجہ واضح ہیں کہ ہم نے ان کی تشریح و تفسیر کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، البتہ ان آیات سے جو نکات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آتے ہیں ان پر ایک نظر ڈال لینا چاہیے۔

(۱) اطاعتِ رسول، دین کی اتنی اہم اساس ہے کہ اس سے انکار کفر کا مستوجب ہے۔

(۲) اللہ کے رسول کی اطاعت رحمتِ الہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

(۳) کسی بھی فقہی و دینی مسئلے میں اختلاف رائے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۴) اللہ اور اس کے رسول کے پیغام پر ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہو سکتے ہیں، جب کہ حضور کی اطاعت و فرمانبرداری کو حزرِ جان بنایا جائے۔

(۵) اطاعتِ رسول کی روگردانی سے جہاں اعمال کا اندیشہ ہے۔

(۶) رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے مترادف ہے۔

(۷) ہر پیغمبر اسی لیے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

(۸) محبتِ الہی صرف ایسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ آنحضرت کے ارشادات و اعمال کی پیروی کی جائے۔

(۹) جو لوگ آپ کی تعلیمات کی مخالفت میں سرگرم ہیں، ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

(۱۰) ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضرت کے احکام و اوامر کو پورے اخلاص

سے تسلیم نہ کیا جائے۔

رہا یہ سوال کہ قرآن نے آنحضرت کے منصب اور فرائض کا رے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے، تو اس کو سمجھنے کے لیے نامناسب نہ ہو گا کہ پہلے تصورِ نبوت سے متعلق ان خیالات و افکار کا اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا جائے جو یکسر ٹھکانہ اور غلط ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس موضوع میں اصل اشکال یہ ہے کہ نبوت کا مسئلہ خالص دینی ہے اور جب اس کو حل کرنے کے لیے عقل و خرد کی دہانہ لگی پر اعتماد کیا جائے گا تو اس سے لازماً نبوت کی عظمت و حقیقت پر روشنی نہ پڑ سکے گی اور نہ یہ بات واضح ہو سکے گی کہ انبیاء کی تعلیمات میں، جو ایک طرح کا توافق اور ارتقا و تسلسل پایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ جس طرح سائنس کے مسائل کو غیر سائنسی طریقوں کی روشنی میں حل نہیں کیا جاسکتا، ٹھیک اسی طرح وہ مسائل جن کا تعلق خالصتاً دین سے ہے، ان کو

غیر دینی وسائل و ذرائع کے بل بوتے پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اس کا کیا کچھ بعض لوگوں نے اس کے باوجود اسرارِ نبوت تک پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔ مثلاً کچھ لوگوں نے اسے کمانت کی ترقی یافتہ شکل قرار دیا، حالانکہ نبوت اور کمانت میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ جن لوگوں نے عربی ادبیات میں کائنات کے منقولہ اقوال کا مطالعہ کیا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں ارشاداتِ انبیاء میں حکمت و دانائی اور رشد و ہدایت کے موتی ضرور لگن ہیں، گہرائی اور عمق ہے، وہاں کمانت میں ڈھلے ڈھلائے بے معنی اور سطحی جملوں کے سوا کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔ کمان کو انبیاء و رسل سے وہی نسبت حاصل ہے جو ذرہ کو آفتاب سے۔ ان کے اقوال میں نہ صحت و بصیرت کی کوئی جعل ہے نہ زندگی کے مسائل سے متعلق کوئی پیغام و دعوت کا نظام پایا جاتا ہے، نہ اخلاق کو سنوارنے کی تعلیم ہے، اور نہ اللہ تعالیٰ سے رشتہ تعبیریت استوار کرنے کا کوئی طریقہ مذکور۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ نبوت اس شدید احساسِ تاثیر کا نتیجہ ہے جو معاشرے میں فکر و نظر کی گہرائیوں کو دیکھ کر ایک فہم اور حساس مصلح انسان کے دل میں ابھرتا ہے۔ ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ معاشرے میں مرد و عورتوں کے خلاف، اصلاح کا جذبہ بعض حضرات کو اس حد تک مجبور کر دے کہ وہ ان کے خلاف صدرائے احتجاج بلند کرنے پر آمادہ ہو جائیں لیکن ان کے لیے یہ کیا ضرور ہے کہ وہ اپنے کو فرسنادہ تصور کرنے لگیں اور اپنے خیالات و افکار کو وحی و تمیز کا نتیجہ قرار دیں۔

نبوت کی ایک توجہ نفسیات کے ماہرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک نوع کی ذہنی بیماری ہے۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص جو ذہنی و فکری لحاظ سے عدم توازن کا شکار ہے، متوازن و معقول اور قابلِ عمل نظامِ حیات پیش کر سکے، اعلیٰ اخلاقی و روحانی قدروں کو بیان کر سکے، تہذیب و تمدن کے سانچوں کو ترتیب دے سکے، اور ان تمام گتھیوں کو سلجھا سکے، جن سے معاشرہ دوچار ہے۔ یہی نہیں، خود بھی ایسی پاکیزہ اور بلند زندگی بسر کر سکے، جو دوسروں کے لیے نمونے کی حیثیت رکھتی ہو۔

نبوت کے بارے میں یہ ان لوگوں کی توجہات تھیں جو ادیان کی صداقت اور سچائی پر یقین نہیں رکھتے اور محض ظن و تخمین کی بنا پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ کچھ لوگ

ایسے بھی ہیں جو دینی ذہن رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوصف انھوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور اس مسئلے کی تہ تک نہیں پہنچ پائے۔ مثال کے طور پر بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ نبوت ولایت ہی کے اس مقام سے متعلق ایک حقیقت ہے جہاں پہنچ کر مجاہدہ و ریاضت سے سالک کا قلب اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس پر وحی و تنزیل کی تجلیات کا انعکاس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نبوت اور ولایت میں جو فرق ہے وہ نوعیت کا نہیں، درجے کا ہے۔

ہمارے نزدیک نبوت کی یہ منصفانہ تعبیر اس درجہ سے غلط ہے کہ قرآن حکیم سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو پاتا کہ منصب نبوت سے بہرہ مند ہونے سے پہلے ہر نبی نے سلوک و معرفت کی وہ تمام منزلیں طے کی ہوں، جن کی صوفیائے نشان دہی کی ہے۔ مزید برآں اس سے عقیدہ ختم نبوت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت کسی ہے وہی نہیں۔ یعنی اگر آج بھی کوئی شخص تعلق بالشر کی اس منزل تک رسائی حاصل کر لے جس کو معرفت و سلوک کی اصطلاح میں آخری منزل کہا جاسکتا ہے تو وہ نبوت و رسالت کے عمدہ جلیلہ پرفائز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا فائل نہیں۔ نبوت و ولایت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ نبی وحی و تنزیل کے ذریعے جن حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے وہ تمام تر معروضی ہوتے ہیں اور ولی کے قلب و ذہن پر جو نقوش مرتب ہوتے ہیں وہ موضوعی ہوتے ہیں اور ان کا تانا بانا، معاشرے کے حالات، اقدار اور تعلیم و تربیت کے اسلوب و منہج سے نیا ہوتا ہے، اور ان میں جو تصور ہی بہت معروضیت پائی جاتی ہے، وہ بھی صاف اور واضح نہیں ہوتی بلکہ تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ان نقوش و تاثرات کو ہم کشوف تو کہہ سکتے ہیں، وحی نہیں۔ کشوف کی شرعی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ سالک کے ذاتی تجربات ہیں۔ لہذا ہر حال میں ان کی صحت کا معیار یہ ہے کہ آیا یہ کتنا اللہ اور سنت رسول کے مطابق ہیں یا نہیں۔ جس طرح ایک مجتہد کا استدلال و استنباط صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی، اسی طرح کشوف میں بھی خطا و صواب دونوں کا امکان موجود ہے، بلکہ علامہ ابن تیمیہ کی زبان میں یہ کہنا چاہیے کہ کشوف بھی ایک طرح کے اجتہاد ہی سے تعبیر ہے۔

دینی حلقوں میں ایک نہایت محروم و دور بخود غلط معلقہ ایسا بھی ہے جو نبوت و وحی کو اس سے زیادہ اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی منزل کے لیے کسی شخص کو منتخب

گر لیتا ہے، تاکہ وہ اس کتاب کے متن اور الفاظ و حروف کو منہ بعین لوگوں کے منہ پہنچا دے، لیکن اس کے اقوال و تشریحات اور عمل و کردار کے لیے ضروری نہیں کہ وہ وحی و تنزیل کا نتیجہ ہوں۔ لہذا حجت و استدلال کا جہاں تک تعلق ہے اس کا سرچشمہ صرف وہ کتاب ہوگی جس پر نازل ہوئی ہے۔ پیغمبر کا عمل اور ارشادات نہیں۔ ان کے نقطہ نظر سے پیغمبر کی حیثیت محض مبلغ اور شارح کی ہے۔ شارح کی نہیں۔ ان کے ہاں ہر دور کے اہل علم کو یہ حق ہے کہ وہ احادیث کے بدلنے ہوئے مثلاً کے مطابق اپنے طور پر کتاب اللہ کی تشریح کریں، مخرج و متن کے سانچوں کو بڑھا لیں، دین کی جزئیات اور تفصیلات کو متغیر کریں، اور لوگوں کی رہنمائی کا فرض انجام دیں۔

نبوت و رسالت کا یہ گمراہ کن تصور دراصل اس مفروضے پر مبنی ہے کہ وحی الہی کا رازہ صرف کتاب اللہ تک سمٹا ہوا ہے اور اس کی دستنویں اور فہمائیاں نبی کے اعمان اور ارشادات کو متاثر نہیں کر پائیں۔ حالانکہ وحی ایسا مکمل ہے جو پیغمبر کی پوری زندگی کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے، اس لیے پیغمبر دینی حقائق کی تدبیر و تشریح کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں، اسے اللہ تعالیٰ کی پوری پوری ترجمانی ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَمَا يَنْطَلِقُ مِنْ لَدُنِّي إِلَّا وَحْيٌ أَوْ وَحْيٌ ۖ (النجم: ۴)

اور وہ کوئی بات نہ آئے کہ نہ نفس۔ نہ منہ سے نہیں نکلتا، نہ تو وحی الہی ہے جو ان کی طرف سے بھی جاتی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۖ (احزاب: ۲۱)

تمہارے لیے پیغمبر خدا کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

اللہ کی اطاعت اور رسول کی متابعت کو دو مختلف اور متضاد عناصر قرار دینا صحیح نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف اظہار یا برتن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کتاب و صحائف کے ذریعے مقرر کئے مسائل کا حل نازل فرماتا ہے اور رسول اپنے عمل، کردار اور تشریحات سے وحی و تنزیل ہی کی روشنی میں ان کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ براہ راست وحی کو علماء کی اصطلاح میں وحی جلی کہا جاتا ہے اور اسی کی روشنی اور تاثیر کو وحی خفی۔ اگر ایسا بھی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر کو بھیجا گیا ہے مگر اس پر کوئی متعین کتاب نہیں نازل کی گئی، لیکن اس کے باوجود اس کی بیرونی کوفہ کا ٹھہرایا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر کی ذات بچائے خود حجت و دلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

ہر نبی نے اپنے دور میں کتاب اللہ تک پیروی کے پہلو پہلوا اپنی پیروی کی بھی دعوت دی اور لوگوں سے کہا کہ اگر تم نجات اخروی کے طالب ہو تو ہمارے نقش قدم پر چلو۔
حضرت نوح نے فرمایا:

إِنِّ أَجْرِي إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ (الشعراء: ۱۱۰-۱۰۹)

میرا صلہ تو خدا نے رب العالمین ہی پر ہے تو خدا سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔
حضرت ہود نے کہا:

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ (الشعراء: ۱۲۶)

میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

حضرت صالح کا ارشاد ہے:

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ (الشعراء: ۱۲۷)

سو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

حضرت لوط کا کہنا ہے:

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ (الشعراء: ۱۲۸)

سو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

حضرت شعیب نے اسی پرانیہ بیان میں بن کے رہنے والوں سے فرمایا:

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ (الشعراء: ۱۴۸، ۱۴۹)

میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت مسیح نے ان الفاظ میں بنی اسرائیل کو اپنی بعثت کے مقصد سے آگاہ کیا:

قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ

أَطِيعُوا ۝ (الزخرف: ۶۳)

میں تمہارے پاس دانائی لے کر آیا ہوں، نیز اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو، تم کو سمجھا دوں۔

آئیے اب یہ دیکھیں کہ ان توحیات و تصورات کے مقابلے میں قرآن حکیم نے نبوت کا کیا تصور

پیش کیا ہے۔ ہم پوری ذمہ داری سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم نے واضح اور غیر مبہم انداز میں اس حقیقت کی پردہ کشائی کی ہے کہ رسالت و نبوت کا تعلق یکسر فیضانِ ربوبیت سے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا ہے کہ عقل و خرد کی وادیوں میں بھٹکتا پھرے بلکہ انبیاءِ رسل کو بھیج کر اس کی رہنمائی کی ہے :

قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ (طہ : ۵۰)

(موسیٰ نے کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔ اس لیے کہ انسانی عقل و تجربہ بہر حال محدود و ناقص ہے، اس میں یہ استعداد نہیں پائی جاتی کہ وحی و تنزیل کی روشنی سے بے نیاز رہ کر تہذیب و تمدن کی گتھیوں کو کامیابی سے سلجھا سکے، اور اپنے لیے ایسی راہ عمل کا تعین کر سکے جس پر کام فرما ہو کہ یہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریق رہا ہے کہ ہر دور میں تسلسل کے ساتھ ایسے اشخاص منتخب کر کے مبعوث فرمائے، جو ذہنی، اخلاقی اور روحانی طور سے اس طرح کامل ہوں اور اس لائق ہوں کہ انسان کو ضلالت اور گمراہی کی پستیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کے فرازون تک پہنچا سکیں۔ قرآن حکیم میں ہے :

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (الأنعام : ۱۲۴)

اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کسے کسے پر نبوت سے نوازے۔

نبوت و رسالت کی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں تاکہ یہ لوگ خیر و خوبی کے قافلوں کو آگے بڑھا سکیں اور شر اور بُرائی کے قلع قمع کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکیں۔ اس مضمون کو قرآن نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے، جس سے یہ بات نکھ کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے کہ نبوت و رسالت کا تعلق اللہ کی تدبیر اور نظامِ ربوبیت سے ہے۔ انسانی ماحول، معاشرے، استعداد، یا مجاہدہ و ریاضت سے نہیں۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَمَنْ فُتِنَتْ الْبَشَرُ مِنَ الْبَشَرِ فَبَشَرٍ مِّمَّنْ فُتِنَ (البقرہ : ۲۱۳)

پہلے تو سب تو ایک ہی تھے مگر اب ان میں اختلاف ہے۔ ان میں سے جو لوگ گمراہ ہوئے تو خدا نے ان کی طرف بشارت دینے والے اور ڈرسانے والے پیغمبر بھیجے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ مَنَیْنًا إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (آل عمران: ۸۷)

خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔

اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے انبیاء کے لیے رسل کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَآرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا (المائدہ: ۷۰)

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر ارسال کیے۔

آنحضرت کے بارے میں اسوصیت سے ارشاد فرمایا :

هُوَ الَّذِي أَوْسَل رَسُولًا يَا هُدَايَ وَدِينِي الْحَقِّ لِيُطَهِّرَهُ بِالْحَقِّ الدِّينِ كُلَّهُ طَوَّافًا
بِاللَّهِ شَرِيفًا (الفخر: ۲۸)

وہی ذات ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق سے کر صیجا تاکہ اس کو تمام دینوں

پر غالب کر دے اور حق قلم ہر رنگ کے لیے خدا ہی کافی ہے۔

اسی نظام ربوبیت کی آنسوئی کرن انحضرت کی ذات گرامی ہے اور آپ کے فرائض کا رتبہ

تین چیزیں داخل ہیں :

۱۔ تعلیم و تبلیغ

۲۔ تہذیبہ۔ اور

۳۔ تہذیب

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہر ایک وقت معلم و مبلغ بھی ہیں، اور کتاب اللہ کے شارح اور مفسر

بھی۔ تعلیم و تبلیغ سے مراد یہ ہے کہ آپ امت کو دین کے بنیادی حقائق سے آگاہ کریں، اس کے ذہنی

افق کو بلند کریں، اور فکر و نظر کی صلاحیتوں کو اس طرح جلا دیں کہ خدا کی کائنات اور انسان سے

متعلق امت ان تمام معلومات سے بہرہ مند ہو سکے، جس پر کہ تہذیب و تمدن کا ارتقا اور تعمیر

محصور ہے۔

تہذیب سے یہ مفہود ہے کہ آپ اپنے روحانی فیوض اور اسودہ حسنہ سے امت کے اخلاق و کردار کو

سنواریں، ان میں انسانی فرائض کا احساس پیدا کریں۔ ہمدردی، محبت اور تعاون و خیر سگالی کے

جذبات کی پرورش کریں اور یہ بتائیں کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر تقویٰ، پرہیزگاری اور تعلق باللہ کی

منزلوں کو کیونکر کامیابی سے طے کیا جاسکتا ہے۔

تبیین کے معنی یہ ہیں کہ قرآن حکیم میں فرائض و اعمال کے بارے میں جو کچھ بھی مذکور ہے اس کی وضاحت اپنے قول و عمل سے کریں۔ اور جہاں جہاں بھی تشریح طلب اوامر و احکام مذکور ہیں وہاں ان کی تشریح کریں اور امت کو پوری پوری تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمانوں پر شب و روز میں کتنی نمازیں فرض ہیں، نیا م، رکوع اور سجود میں کیا پڑھنا چاہیے۔ مناسک حج کیا کیا ہیں۔ نکاح، طلاق اور بیوع یا معاملات سے متعلقہ آیات کا کیا مفہوم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب اور فرائض کا رکے بارے میں ہم نے جو تجزیہ پیش کیا ہے اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے :

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ؕ (البقرہ : ۱۲۹)

منجملہ اور نعمتوں کے جس طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ؕ (المائدہ : ۶۷)

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے سب کا سب پہنچا دیجیے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ (المائدہ : ۱۵)

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب الہی میں سے چھپا رکھے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کر بتا رہے ہیں۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (انحل ۳)

اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے تاکہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر کھول کر بیان کر دیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

أَمْ إِنَّا عَلَيْنَا بَيَانٌ (القصہ : ۱۹)

پھر اس کے (یعنی قرآن) کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔

قرآن حکیم نے جس طرح تصویروں و رسالت کو نکھارا اور بیان کیا اور جس انداز سے آنحضرت کی اطاعت و اتباع کو ضروری ٹھہرایا، اسی کا یہ نتیجہ اور فیض تھا کہ مسلمانوں نے ہر دور میں نہ صرف آپ کے نقوش قدم کی پیروی کی سعادت حاصل کی بلکہ ان نقوش کو اُجاگر بھی کیا، اور ان کی حفاظت و صیانت کا اہتمام بھی کیا۔

مطالعہ قرآن

مولانا محمد حنیف ندوی

اس کتاب میں مولانا ندوی صاحب نے قرآن سے متعلق ان تمام مباحث و مسائل پر محققانہ اظہارِ خیال کیا ہے، جن سے نہ صرف قرآن فہمی میں خصوصیت سے مدد ملتی ہے، بلکہ اس کتاب ہدای کی عظمت بھی نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے۔ مزید برآں اس سے قرآن کے علوم و معارف اور دعوت و اسلوب کی معجزہ طازیوں پر بھی تفصیل سے روشنی پڑتی ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے زرخشی کی البریل اور سیوطی کی القان کے تمام جواہر ریزہ کو اپنے مخصوص شگفتہ اور حکیمانہ انداز میں جمع کر دیا ہے اور مستشرقین کے اٹھاتے ہوئے ان اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی دیا ہے، جو قلب و ذہن میں شک و شبہات ابھارنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ غرض اسے قرآنی فکر و تصور کے بارے میں ایسا انسائیکلو پیڈیا کہنا چاہیے جس میں وہ ساری بحثیں اور مضامین سمٹے آتے ہیں جن کی دورِ حاضر کو ضرورت ہے۔

قیمت : بیس روپے۔

ملنے کا پتا

ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ لاہور